علوم انسانی کی تشکیل نو میں الٰہیاتی عقلانیت کے کردار کا فہم جدید

Reconsidering the Role of Islamic Philosophical Rationality in Reconstruction of Social Sciences

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Kausar Ali
Faculty Member at MIU, Department of Philosophy
E-mail: kausar.kim110@gmail.com

Nisar Hussain Hamdani
Professor of Economics, Post Doc from Harvard University and Dean (Rtd.) University of AJk
E-mail:nisarhamdani@gmail.com

Abstract:
In modern times we see the members of almost all divine societies seem to be suffering from many social crises. The biggest crisis for them is the existence of contradiction in their basic beliefs and practical life; as their heart and mind are inclined elsewhere but social pressure forces them to do something else. And this intellectual and practical contradiction have a negative impact on their lives and thus the dynamism and freshness in the society is lost and that is a prominent factor of their anxiety.
On the other hand, the role of human sciences being action-oriented is to meet the various individual and collective humane needs and disasters. Therefore, it is necessary for human sciences to be dominated by theological rationality so that harmony can be created in the thoughts and actions of the members of society. And any social, political and economic activities can be carried out and human relations can be filled with life only if this harmony is guaranteed.
The contention of this paper is that the above-mentioned harmony of thought and action in any human society can be

invented only when human sciences are based on the "Acquired Intellect".

In this paper, it has been proved that the acquired intellect subordinate its other 3 levels and as a result, they play a better role in the society. Also, such rationality, being connected to its origin, motivates all members of the Divine society to adhere to religious, moral, spiritual values and leads them to human happiness and perfection. This level of the rationality is connected with the human perfection, which is considered as the horizon and balance of human actions and it can bring revival in human relations and connections.

Key words: Rationality, Human Sciences, Happiness, Perfection, Development, Practical wisdom.

خلاصہ

الٰہی معاشروں کے افراد، عصر حاضر میں بہت سارے معاشرتی بحرانوں کا شکار نظر آتے ہیں۔ ان کے لیے سب سے بڑا بحران ان کے بنیادی عقائد اور عملی زندگی میں تضاد کا موجود ہونا ہے کی وجہ سے ان کے دل اور عقل کا رجحان کسی اور طرف ہے لیکن ان پر معاشرتی دباو انہیں کچھ اور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ فکری اور عملی تضادات ان کی زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں اور یوں معاشرے میں تحرک اور تازگی ختم ہو جاتی ہے اور ان پر افسردگی کو مسلط کر دیتا ہے۔ انسانی رشتے اور رابطے کمزور اور سست پڑ جاتے ہیں۔ دوسری طرف، انسانی علوم چونکہ عمل محور افکار ہوتے ہیں جو انسان کی مختلف فردی اور اجتماعی ضروریات کو پورا کرتے ہیں تاکہ انسان ترقی اور کمال کی منازل طے کر سکے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے علوم انسانی پر الہیاتی عقلانیت حاکم ہو تاکہ معاشرے کے افراد کے فکر اور عمل میں ہم آہنگی ایجاد کی جاسکے۔ یقینا، فقط انسان فکر و عمل میں ہماہنگی پائے جانے کی صورت ہی میں انسانی سماج ترقی کر سکتا ہے اور اس میں معاشرتی، سیاسی، اور اقتصادی سرگرمیاں تحقق پا سکتی ہیں اور انسانی رشتے حیاتِ نَو سے لبریز ہو سکتے ہیں۔ پیشِ نظر مقالے کا مدعا یہ ہے کہ کسی بھی انسانی معاشرے میں فکر و عمل کی مذکورہ بالا ہماہنگی، صرف اُس وقت ایجاد کی جاسکتی ہے جب اس معاشرے میں انسانی علوم کی بنیاد عقل مستفاد پر رکھی گئی ہو۔

اس مقالے میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عقل مستفاد، عقل کے دوسرے ماتحت مراتب کو بھی اپنی نورانیت سے مستفید کرتے ہوئے ان کی راہنمائی کرتی ہے جس کے نتیجے میں عقل کے تمام مرتبے معاشرے میں بہتر کردار ادا

کرتے ہیں۔ نیز ایسی عقلانیت چونکہ اپنے مبدا اور معاد سے متصل ہوتی ہے، یہ معاشرے کے تمام افراد کو مذہبی، اخلاقی، روحانی اقدار کی پاسداری پر برانگیختہ کرتی اور انہیں انسانی سعادت اور کمال سے ہمکنار کرتی ہے۔ عقل کا یہ مرتبہ انسان کامل سے مربوط جو انسانی اعمال کا افق اور میزان قرار پاتا ہے اور اس سے انسانی رشتے اور رابطوں میں حیات نو واپس آ سکتی ہے۔

کلیدی الفاظ: سعادت، کمال، ترقی، انسانی علوم، الہیات، عقلانیت، ہیولانی عقل، عقل بالفعل، عقل مستفاد۔

کمال کی طلب: انسانی فطرت کا تقاضا

ہر انسان فطری طور پر، سعادت (سعادت وہ لذت اور خوشی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی درد اور رنج ہو)[1]، کمال اور منافع کو چاہتا ہے۔ اسی چاہت کی بنیاد پر وہ ایسے افعال کو انجام دینے کی کوشش کرتا ہے کہ جو سعادت، کمال اور منافع کا باعث ہوں۔ ہر انسان کا نفس، بدن کا وہ پہلا کمال ہے[2] جس کی مدد سے وہ اپنے ارادہ اور معرفت کے ذریعے کمالات کو حاصل کرتا ہے (بدن، نفس کے لیے ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعے وہ کمالات کو حاصل کرتا ہے)۔ انسان اپنے تصور کائنات کی بنیاد پر مفید اور منافع بخش افعال کی شناخت کرتا ہے تاکہ جب وہ ان افعال کو انجام دے تو اسے سعادت، کمال اور منافع حاصل ہو سکے۔ علوم انسانی کا موضوع انسان کا اجتماعی فعل جس کے ذریعے سے وہ انفرادی، اجتماعی اور حقیقی مصلحتوں کے مطابق سعادت، کمال اور منافع کو حاصل کرتا ہے۔
اس مقام پر ضروری ہے کہ انسان پہلے مرحلے میں حقیقی کمال، مفید اور منافع بخش امور کی معرفت حاصل کریں(Speculative Philosophy) اور پھر اس شناخت کے مطابق افعال انجام دیں تاکہ سعادت حاصل ہو سکے (Practical Philosophy)۔ دوسرے الفاظ میں، انسان اپنے تمام شعوری اور ارادی افعال کو ترقی اور کمال کے حصول کے لیے انجام دیتا ہے۔ علوم انسانی ایسے افکار کا مجموعہ ہے جن کا موضوع انسان کا عمل ہے۔
انسان عمل کیوں انجام دیتا ہے؟ وہ اس لیے عمل انجام دیتا ہے کہ ترقی اور کمال کو حاصل کر سکتے۔ وہ تن و تنہا بہت سارے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا، لہٰذا معاشرے اور اجتماع کا انتخاب اس لیے ناگزیر ہوتا ہے تاکہ جب وہ فردی اور اجتماعی فعل انجام دے اور ترقی اور کمال حاصل کر سکے۔
مثلاً؛ اقتصادیات، اس جہت انسان مال و دولت کو کمانا چاہتا ہے وہ ان چیزوں کو ترقی اور کمال سمجھتا ہے لہٰذا وہ فعل اقتصادی کو منظّم انداز میں انجام دینے کے لیے ایک ایک باقاعدہ علم کو وضع کرتا ہے اور دوسرے علوم انسانی کی مثال بھی ایسے ہی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ترقی اور کمال کو سب چاہتے ہیں لیکن ان کا حصول بہت مشکل ہے کیوں کہ ہر انسان زیادہ سے زیادہ منافع چاہتا ہے اور انسانوں کے ارادوں میں تزاحم ایجاد ہوتا ہے۔ ہر شخص اور گروہ اپنے ارادے کو دوسرے پر مسلط کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ ترقی اور کمال حاصل کر سکے۔

دوسری اہم مشکل یہ ہے کہ مختلف گروہوں کا تصور کائنات مختلف ہوتا ہے، لہذا یہاں پر افکار کی سطح پر تزاحم[3] اور ٹکراو پیدا ہوتا ہے(Ontological Foundations)۔ تیسری مشکل یہ ہے کہ انسانوں کے نزدیک کمال کا مصداق مختلف ہوتا ہے، لہذا یہاں بھی ارادوں میں تزاحم اور ٹکراو پیدا ہوتا ہے۔ چوتھی مشکل یہ ہے کہ انسان اپنے محدود علم (وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيلاً) (85:17) کی بنیاد پر کمال، خیر اور سعادت کے مصداق کو معین کرنے سے قاصر ہے۔[4] یہی مشکلات انسان کے درمیان جنگ وجدال کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے وہ نہ فقط خود سعادت اور کمال سے محروم رہتا ہے بلکہ دوسروں کو ان سے محروم کر دیتا ہے۔

عملیاتی مراحل میں، انسان اس وقت حیرت سے دوچار ہو تا کہ وہ سب یہ سوچتے ہیں کہ عمل کے نتیجے میں ان کو سب سے زیادہ فائدہ حاصل ہو چونکہ ہر کوئی حب ذات[5] اور حب نفس ((Amour-Propre (French)) کی بنیاد پر زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتا ہے۔ایک صورت اس ترقی اور کمال کو حاصل کرنے کے لیے، دوسے انسانوں کو بالواسطہ اور بلاواسطہ ملازم بنانے کی کوشش کرتا ہے (محمد حسین طباطبائی مرحوم نے انسان کی فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، استخدام کا نظریہ پیش کیا ہے) اور تاکہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر سکے۔ لیکن یہ کام ایک خاص عقلانیت کے ذریعے انجام پاتا ہے جس کا تعلق انسان کے تصور کائنات اور خاص اپسٹمہ(Episteme) سے ہوتا ہے۔ ہر تہذیب کی ایک خاص عقلانیت ہوتی ہے جس کی بنیادی پر کمال، منافع اور سعادت کو تعین کیا جاتا ہے۔

عقلانیت کیا ہے؟ "عقلانیت ہر دور کے خاص پراڈایم کو کہتے ہیں۔ ہر عصر پر حاکم پیراڈائیم(Dominant Paradigm) کو اپسٹمہ کہتے ہیں۔اس سے مراد ایک خاص قسم کے تاریخی اور ثقافتی کردار ہیں جو ایک خاص قسم کی عقلانیت کو حاکم تعین کرتے ہیں۔ ہر عصر میں ایک ایک خاص عقلانیت حاکم ہوتی ہے۔عقلانیت کی بحث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس بات پر توجہ کریں کہ ہر دور میں میں علوم پر ایک خاص قسم کی علمیات (Episteme) حاکم ہوتی ہے جو انہیں ایک خاص جہت دیتی ہے۔ اس علمیات کے نتیجے میں ایک تفکر و تعقل حاصل ہوتا ہے جسے عقلانیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"[6]

استخدام کے اس فطری رجحان کے مطابق، جب یورپ میں، رینا سانس کے نتیجے میں صنعتی انقلاب آیا، جس کے نتیجے میں وہاں کے افراد کو بہت زیادہ منافع، اقتدار، کمال حاصل ہوا اور انہوں نے اسی کو ہی خیر اور سعادت سمجھ لیا۔ انہوں نے اپنے اس منافع اور اقتدار کو بڑھنے کے لیے باقاعدہ علوم انسانی کے میدان میں بھی کام شروع کر دیا۔ البتہ ان علوم کی بنیاد استخدام کے فطری رجحان پر رکھی گئی جس میں بہت زیادہ مشکلات ہیں جن کی وجہ انسان کے درمیان جنگ وجدل وکشت وکشتار ہوتا ہے۔ اگر یہ رجحان فطری ہے لیکن اسے متعدل اور متوازن کرنے کی ضرورت ہے چونکہ محض ہر فطری رجحان کے مطابق عمل معاشروں میں بگاڑ کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ فطری رجحانات اور تمایلات، حب نفس کی بنیاد پر ہوتے لہذا انہیں متوازن اور متعادل کرنے کی شدید ضرورت

ہے۔ اگر انسان اپنے فطری تمایلات کو متوازن کیے بغیر معاشرتی عمل حصہ بناتا ہے تو حب نفس کی شدید تقویت ملتی ہے جو معاشرتی اور اجتماعی اعتبار سے مضر ہے البتہ فردی طور پر شخص کے لیے ممکن ہے ظاہری طور پر فائدہ مند ہو۔ مغربی تہذیب میں اس حب نفس اور حب ذات کو عقلانیت کے لبادہ میں پیش کیا گیا۔

علامہ محمد اقبال نے مغرب کی حُبِ ذات کے گرداب میں پھنسی، ابزاری عقلانیت کو مختلف نام دیے ہیں جن میں عقل معاش، عقل سود و زیاں، عقل تاجرانہ، عقل عیار و مکار، عقل ریاضی، عقل خود محور اور عقل خود بین وغیرہ کے نام دیے ہیں۔ ان کے مطابق، عقل و سود و زیاں (عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی)، عقل تاجرانہ (کیا ہے تو نے متائے غرور کا سودا۔ فریب سود زیان لا الہ الا اللہ)، عقل عیار و مکار (عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے)، عقل ریاضی (فریب کشمکش دیدنی دارد۔۔۔ کہ میر قافلہ و ذوق رھزنی دارد۔ (پیام مشرق) (فریب کشمکش قابل دید ہے کہ میر کاروان، راہزنی ذوق رکھتا ہے))، عقل خود محور (عقل خود بینی دگر و عقل جھان بین دگر است (پیام مشرق) (عقل خود بین اور اپنے محبت میں گرفتار اور ہے اور عقل جہان بین اور ہے، عقل کے دو مختلف مراتب کی طرف اشارہ ہے))، عقل خود بین (از من ای باد صبا گوی بہ دانا فرنگ۔۔۔ عقل تا بال گشود است گرفتار تر است۔ (پیام مشرق) (اے باد صبا میرا یہ پیام مغرب کے دانا افراد تک پہنچا دے کے عقل معاش جتنی بڑھی گی، اتنا ہی مشکلات زیادہ ہوں گی)، عقل خود کفا (نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور۔۔۔ چراغ راہ ہے منزل نہیں (عقل معاش ابزار ہے منزل تو نہیں))، عقل ابزاری (عقل چون پای درین راہ خم اندر خم زد۔۔۔ شعلہ در آب دوانید و جھان برھم زد۔ (پیام مشرق) (عقل معاش نے جب زندگی کے پیچ و خم میں قدم رکھا، تو پانی میں آگ لگا دی اور دنیا کو درہم برہم کر دیا) ہے۔

پس انگریزی کا لفظ Rationality وسیع پیمانے پر معاشیات، سماجیات، نفسیات اور سیاسیات کے شعبوں میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔[7] لیکن سبھی میں ابزاری عقلانیت کے معانی دیتے ہیں۔ اس عقلانیت کے ذریعے سے جنون، سفاہت، حماقت اور جہل کا خاتمہ نہیں ہو سکا بلکہ ان کے مراتب میں شدت سے اضافہ ہوا ہے۔[8] بد قسمتی سے مغرب مفکرین اور فلاسفر نے فقط حب ذات کی بنیاد انسان کی تعریف بیان کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک، انسان، حیوان کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جو سوچتا بھی ہے لیکن اس کی سوچنے اور پرکھنے کا دار و مدار اس کی اپنی ہی ذات پر ہے۔ وہ ایک پیچیدہ ترین مادی جسم رکھتا ہے اس دنیا کے ماورا کچھ بھی نہیں۔ انسان فقط جسم مادی رکھتا ہے۔ اس انسان کا ہدف، لذت، طاقت، قدرت اور دولت ہے، طاقتور انسان کو ہی جینے کا حق ہے۔ پس وہ دنیا کے تمام تر وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے ترقی کرنا چاہتا ہے اور اس ترقی کے نتیجے میں اپنی ذاتی منفعت، لذت اور، قدرت کا خواہاں ہے۔[9]

پس انسان کی مندرجہ بالا تعریف یورپ کی نفسیات پر غالب سوچ کے تابع ہے۔ یا اگر کہیں عقلانیت نظر آتی ہے

توحب ذات اور حب نفس کے تابع ہے نہ عقلانیت مطلوب یعنی خود محوری، لذت، طاقت، قدرت اور دولت اور شہرت عقلانیت کا ہدف قرار دے دیا گیا جس سے جنون (کاروباری جنون، جنگی جنون، سیاسی جنون، شہرت اور طاقت کے حصول کا جنون)، سفاہت (بچگانہ حرکات و سکات)، حماقت (علمی اور عملی حماقتوں کی وجہ سے انسانی نسل کو تباہی سے دوچار کرنا) اور جہل (علم کے نام پر جہالت کو بڑھانا) بڑھتے ہیں جو عقلانیت (عقلانیت،اعتدال کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی ترقی و کمال کا نام ہے) کی ضد ہیں۔[10]

اسی تعریف کے مطابق، علوم انسانی کو اس طرح سے تدوین کیا گیا ہے، اسی تعریف کے مطابق معاشرتی اور اجتماعی ماڈل تعریف کیے گئے ہیں اور ادارہ سازی اور تشہیر کی گئی ہے۔ اگر ہم موجود اجتماعی اور معاشرتی بحرانوں کا تجزیہ اور تحلیل کریں تو معلوم ہو گا کہ ان کی جڑیں علوم انسان میں موجودہ افکار میں موجود ہیں جب کو نفسانیت کی بنیاد استوار کیا ہے اور اسے عقلانیت کا خوبصورت نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ علوم انسانی کی تشکیل نو کی جائے۔ علوم انسانی کی فلسفیانہ بنیاد کی تشکیل نو کی اشد ضرورت ہے۔ نفسیات اور عقلانیت میں اعتدال اور توازن لانے کی ضرورت ہے۔

ہمیں از سر نو انسان کی تعریف کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسا انسان جس کی زندگی میں خداوند سبحان کو محوریت حاصل ہو، جو اخلاق متعالی اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہو، دین کی دقیق عقلی معرفت رکھتا ہو اور اس پر عمل کو صراط مستقیم سمجھتا ہو، عرفان ناب قرب و وصال کی چاہتا کو دل میں رکھتا ہو۔ اور یہ فقط اس صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم علوم انسانی کو عقل مستفاد کی بنیاد پر استوار کریں اور یہی عقلانیت انسان کے لیے مطلوبہ عقلانیت ہے۔ اس ضمن ہمیں سب سے پہلے انسان اور اس کی خلقت کے ہدف کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم انسان کی خلقت کے فلسفے کو سمجھ سکیں۔ ذیل میں ایک برہان پیش کیا جاتا ہے۔

برہان حکمت اور فعل الٰہی

ہم برہان حکمت سے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ انسان فعل الٰہی ہے اور کوئی فعل الٰہی عبث نہیں ہوتا: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (115:23) ترجمہ: "کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تمہیں عبث خلق کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹائے نہیں جاؤ گے۔" اور اس فعل میں ایک خاص حکمت پنہان ہے۔ انسان ایک ایسا موجود ہے جو بے نہایت فیض الٰہی کو دریافت کر سکتا ہے۔ اس فیض کو دریافت کرنے بہت سارے مقدمات ہیں۔ ان میں ایک مقدمہ یہ ہے کہ علوم انسانی کی بنیاد الہیاتی عقلانیت پر رکھی جائے تاکہ وہ اپنی خلقت کے ہدف کے قریب تر ہو سکے اور اس کے لیے فردی اور اجتماعی ترقی اور کمال کا حصول ممکن ہو سکے۔ اس استدلال کو مندرجہ ذیل قضایا کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے:

1. خداوند متعال حکیم مطلق ہے اور وہ عبث فعل انجام نہیں دیتا۔ اس کا ہر فعل ہدف رکھتا ہے اور افعال الٰہی کا

ہدف مخلوق کو کمال مطلوب تک پہنچانا ہے چونکہ اس کی ذات تو ہر جہت سے کمال ہے۔

2. انسان کی خلقت، فعل الٰہی ہے، پس وہ ایک خاص حکمت اور ہدف کے تحت وجود میں آیا ہے۔
3. انسان کو کمال تک پہنچانا، اس کی خلقت کا ہدف ہے۔ اگر انسان کی زندگی اور خلقت کا کوئی ہدف نہ ہو تو زندگی بے معانی ہو جائے گی۔
4. انسان کا یہ ہدف اس دنیا میں منظّم منصوبہ بندی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کے اجتماعی افعال کو الہیاتی عقلانیت کی بنیاد پر استوار کیا۔
5. پس علوم انسانی کی بنیاد الٰہی عقلانیت ہونا چاہیے تاکہ وہ انسان اپنی خلقت کے ہدف کو حاصل کر سکے اور کمال حقیقی کو حاصل کر سکے۔

انسان کی قرآنی تعریف

ہمیں یہاں برہانِ حکمت کی روشنی میں انسان کی قرآنی تعریف بیان کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ انسان علوم انسانی اور اجتماعی کا موضوع ہے۔ قرآن کی نظر میں: "انسان، حیات ابدی رکھنے والا ایسا فعل الٰہی ہے جو فطری طور پر بے انتہا کمال کو نہ فقط چاہنا والا ہے اور عقل، ارادے، اختیار کی مدد سے عمل اور معرفت سے لامحدود کمال کو حاصل کر سکتا ہے، اور کرامت اکتسابی کے ذریعے سے، منصب خلافت الٰہی پر فائز ہو سکتا ہے۔"

اس تعریف کے مطابق، انسان کی زندگی فقط اس دنیا تک محدود نہیں ہے: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (156:2) ترجمہ: "ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔" اور انسان اپنی ذات میں مستقل نہیں بلکہ مخلوق ہے: خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ (2:96) ترجمہ: "اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔" جس کا ایک خالق ہے وہ معلول ہے جس کی ایک علت ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (15:35) ترجمہ: "اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز و لائق ستائش ہے۔"

قرآنی تعلیمات کے مطابق، انسان کی خلقت فطرت الٰہی پر ہے: فِطْرَتَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (30:30) ترجمہ: "اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے۔" لہٰذا بے انتہا حد تک کمالات کو چاہنے والا ہے۔ یہ چاہت کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل، قلب یعنی: قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (23:67) ترجمہ: "کہہ دیجئے: وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے مگر تم کم ہی شکر کرتے ہو۔" ارادے یعنی: وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَـٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا (19:17) ترجمہ: "اور جو شخص آخرت کا طالب ہے اور اس کے لیے جتنی سعی درکار ہے وہ اتنی سعی کرتا ہے اور وہ مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی سعی مقبول ہو گی۔"

اسی طرح انسان صاحبِ اختیار ہے: إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (3:76) ترجمہ: "ہم نے اسے راستے کی ہدایت کر دی خوہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا۔" انسان کو یہ ارادہ و اختیار اس لیے عطا کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی شخصیت کو مزین کرے: الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (18:39) ترجمہ: "جو بات کو سنا کرتے ہیں اور اس میں سے بہتر کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی صاحبان عقل ہیں۔" اور بہترین فعل کو انجام دے: الَّذِى خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (2:67) ترجمہ: "اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون بہتر ہے۔"

یہ وہ رستہ ہے جس کے ذریعے سے وہ خلافت الٰہی کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ معاصر کے عظیم فلسفی استاد جوادی آملی نے انسان کی کچھ یوں تعریف کی ہے: حیّ متألّہ (عبداللہ جوادی آملی صاحب کا یہ نظریہ ان کے متعدد آثار میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے): یعنی انسان ایک ایسا زندہ وجود ہے جس کی فکر الٰہی، غذا و خوراک کا نظام الٰہی، اس کی تولید اور مصرف الٰہی؛ گویا اس کی عقلانیت الٰہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا ہر فعل اپنے مبداء، معاد اور اعلیٰ اہداف کی اساس پر انجام پاتا ہے: قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (162:6) ترجمہ: "کہہ دیجئے: میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب یقیناً اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔" اسی طرح اس کا علم اور عمل الٰہی ہوتا ہے: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِى خَلَقَ (1:96) ترجمہ: "(اے رسول) پڑھیے! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے خلق کیا۔"

بناء برایں، انسان کی دوبارہ تعریف کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی جاتی ہے کہ تاکہ چونکہ تمام علوم انسانی کا محور اور مرکز فعل انسان۔ لہٰذا پہلے خود انسان کو تعریف کیا جائے اور پھر فعل انسان ایک طرف جہت دی جائے تاکہ وہ ترقی اور کمال کو حاصل کر سکے۔ لہٰذا جتنی انسان کی شناخت اور تعریف گہری اور حقیقی ہو گی، اتنا ہی علوم انسانی اور اجتماعی کو ہم بہتر طور پر تدوین کر سکیں گے۔ یہاں پر چند اہم نکات کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔

1) تمام انسانوں کی سرشت مشترک ہے۔ وہ چیز جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہے وہ انسان کی عقلی قدرت ہے اور وہ، آگاہی اور ارادہ کے ساتھ انتخاب کرتا ہے۔ اس کی فطرت میں کمال کی بے انتہا چاہت بے انتہا[11] حد تک پائی جاتی ہے۔[12]

2) انسان میں علم حاصل کرنے کی بے انتہا چاہت ہے لہٰذا اللہ تعالی نے اس شناخت کے ذرائع بہت زیادہ رکھے ہیں؛ مثلاً؛ ہواس خمسہ (تجربہ)، عقل، شہود، الہام، خواب اور وحی تاکہ وہ حقائق عالم کو جاننے کی تشنگی کو مٹا سکے۔ ان تمام، ذرائع علم کی پرکھ کے لیے، اسے منطقی قوانین سکھائے گے تاکہ وہ وہ صحیح فکر کرے اور

فکری مغالطے سے محفوظ رہ سکے۔

3) علم اخلاق، فقط انسان کی ذات سے مختص ہے۔

4) انسان اپنے فطری رجحانات کی وجہ سے بھی باقی تمام مخلوقات سے ممتاز ہے، مثلاً؛ انسان میں کمال کی چاہت موجود ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ اسی طرح انسان زیبائی، خوبصورتی، حقیقت[13] اور عدالت کا طالب ہے۔ انسان ہمیشہ زندہ رہنا چاہتا ہے گویا وہ ابدیت سے عشق کرتا ہے۔ انسان میں عبادت اور پرستش کا فطری رجحان پایا جاتا ہے۔[14]

نظام خلقت میں انسان کا مقام و مرتبہ اور عقلانیت

اس کائنات میں تمام مخلوقات سے بلند ترین مرتبہ انسان کا ہے، اسی لیے اسے مقام خلافت الٰہی کے منصب پر فائز کیا گیا ہے: إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (30:2) ترجمہ: "میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں۔" لیکن یہ بات ہمیشہ رہنی چاہیے کہ ہر انسان بالقوہ (By Potential) خلیفہ الٰہی ہے، کیونکہ فقط اسی میں لیاقت، صلاحیت اور قابلیت ہے وہ بالفعل (Practically) خلافت الٰہی کے منصب پر فائز ہو سکے۔ اب جو انسان عملی طور پر اپنے تمام صلاحتوں کو الٰہی رستے پر بروئے کار لائے گا، فقط وہ انسان منصب کا حقدار ہے نہ ہر انسان۔ خلیفہ الٰہی کا بہترین مصداق، انسان کامل ہے، جس نے اسماالٰہی کی بلاواسطہ تعلیم، ذات باری تعالیٰ سے حاصل کی ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (31:2) ترجمہ: "اور (اللہ نے) آدم کو تمام نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔" وہ موجودات کے لیے واسطہ فیض ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے خلیفہ کو علم حضوری[15] کے ذریعے سے تعلیم دی ہے نہ علم حصولی (Acquired Knowledge) کے ذریعے سے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک قسم کی کرامت سے نوازا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (70:17) ترجمہ: "اور تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت و تکریم سے نوازا۔" اور یہ اس کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہے بلکہ اسے کرامت عطا کی گئی ہے، اس لیے وہ اس کرامت پر تکبر اور فخر نہیں کر سکتا، مثلاً؛ انسان کو ایک خاص قسم کا بہترین وجود (جسم و جان) عطا کیا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (4:95) ترجمہ: "تحقیق ہم نے انسان کو بہترین اعتدال میں پیدا کیا۔" اور اس میں ایک خاص طاقت رکھی۔ اس کے علاوہ اسے بہت سارے امکانات دیئے جو کسی اور مخلوق کے لیے مقدور نہیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو عقل دی، ارادہ اور اختیار عطا فرمایا۔ اسی عقل، ارادے، اختیار اور کمال کی چاہت کی وجہ سے وہ کمال بے انتہا کی طرف حرکت کرنا چاہتا ہے۔ کرامت اکتسابی کی وجہ سے وہ خلیفہ اللہ بنتا ہے۔ انسان اپنے فطری رجحانات اور عقل کی مدد سے عمل صالح کے زیرسایہ کمال اور ایمان سے اپنے آپ کو مزین کرتا ہے۔

انسان کی پرکھ اور برتری کا معیار یہی ہے کہ وہ کتنا باایمان ہے اور اس نے کتنے کمالات حاصل کیے ہیں، جس کے

نتیجے میں وہ قرب الٰہی حاصل کرتا ہے۔ عبد ہونے میں کمالات پوشیدہ ہیں اور عقل و فطرت کا یہی حکم ہے۔ کرامت اکتسابی کے ذریعے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے اگر وہ عقل اور ایمان کے ذریعے، اپنی تہذیب نفس نہیں کرتا تو بَلْ هُمْ أَضَلُّ (179:7) ہو سکتا ہے اور أَسْفَلَ سَافِلِينَ (5:95) کے مقام تک جا پہنچے گا۔ پس اسے محتاط رہنا چاہیے۔ اگر وہ محتاط رہے اور کمالات کا سفر جاری رکھے تو قرب الٰہی کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ نظام اقتصاد اور اقتصادی افعال بھی انسان کے لیے امتحان ہیں، انسان اس کے ذریعے ترقی و تنزلی اور کمال اور غیر کمال کی رستہ طے کر سکتا ہے۔ یہ سفر عقلانیت کے آخری مرتبے کی مدد کے بغیر طے نہیں ہو سکتا چونکہ اس عقلانیت کی ہی بنیاد پر انسان دوسرے موجودات سے ممتاز اور مختلف ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے انسان بار بار تدبر، تعقل اور تفکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

فلسفی عقلانیت اور انسانی علوم

اسلامی پیراڈائیم پر حاکم اپسٹمہ(Dominant Epistme) کی علمی بحث کے تناظر میں انسان کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ وہ شک، وہم اور گمان کے چنگل سے اپنی عقل کو آزاد کرے اور یقین کی منزل پر فائز ہو۔ یعنی اپنی زندگی کے اساسی امور کو فکری یقین کے ساتھ انجام دے۔اس کام کے لیے ضروری ہے کہ ہماری عقل کم از کم اس مرتبہ پر فائز ہو کہ جہاں وہ وہم، شک اور گمان کا شکار نہ ہو سکے۔ معروف اسلامی حکما اور فلاسفہ نے عقل انسان کے چہار مختلف مراتب کو اپنی مشہور کتب میں ذکر کیا ہے:

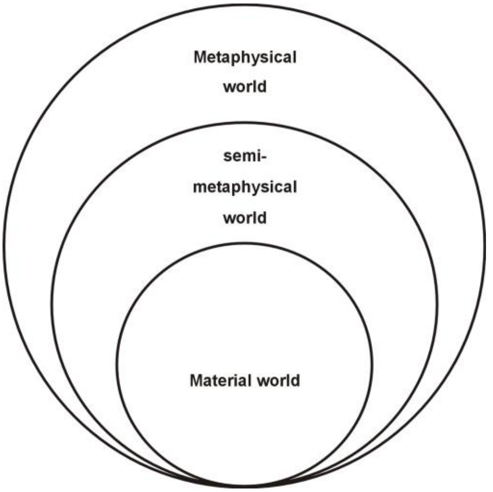

1. عقل ہیولانی/ عقل بالقوّۃ
2. عقل بالملکہ
3. عقل بالفعل

4. عقل مستفاد[16]

پہلا مرتبہ عقل ہیولائی ہے یعنی عقل بالقوہ ہے۔[17] جہاں پر عقل کی کوئی فعلیت نہیں ہے اور تمام معقولات (Intelligible) اور ادراکی تصورات سے خالی ہے۔ یہ عقل ضعیف ترین مرتبہ ہے اور فقط استعداد محض اور قابلیت محض ہے۔ یہ عالم جسم کا آخری مرتبہ اور عالم مجرد کا پہلا مرتبہ ملا صدرا کی نظر میں مجمع البحرین (دو دریاوں کا میلاپ) کے سنگم[18] کی جگہ ہے۔ یہاں ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ جب عقل ہیولانی کے اندر کوئی فعلیت ہی نہیں پائی جاتی ہے پھر آپ اسے عقل کا کیوں نام دیتے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عقل ہیولانی وہ بنیادی ترین صلاحیت ہے جو ابھی تک فعلیت پر نہیں پہنچی بلکہ بالقوہ صورت میں موجود ہے۔ یہ وہ بنیادی ترین صلاحیت ہے جس کی مدد سے عقل بعد کے عالی تر اور عالی ترین مراحل کو طے کرتی ہے۔ اگر ہیولانی نہیں ہو گی تو عقل بالملکہ بھی محقق نہیں ہو سکتی۔ دراصل اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک کسان اپنے کھیت میں بیج ڈالتا ہے کیونکہ وہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ اس بیج میں صلاحیت موجود ہے جس کو فعلیت پر پہنچنا ہے تاکہ وہ اپنے کمال کو پہنچے اور ایک مکمل گندم کا پودا بن جائے۔ گویا عقل ہیولانی بھی وہ بنیادی ترین صلاحیت ہے جس کی بنیاد پر عقل کے باقی مراحل کی درجہ بندی ہوتی ہے۔

عقل بالملکہ[19] عقل کا دوسرا مرتبہ ہے جس کی مدد سے انسان روشن اور بدیہی مفاہیم اور قضایا (Self-Evident Propositions and Concept) کو درک کرتا ہے۔ عقل بالملکہ عام انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ عقل بالفعل، عقل کا تیسرا مرتبہ ہے جس کی بنیاد پر انسان نظری اور پیچیدہ قضایا(Speculative) کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان قضایا کی تصدیق (Affirmation) کرتا ہے اور ان پر حکم لگاتا ہے۔ گویا یہ مرتبہ انسان کی حیات علمی کا آغاز ہے۔ اس مرتبہ پر انسان اپنے اختیار اور ارادے سے علم کو کسب کرتا ہے اور مختلف دلائل کو قائم کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی عقل کو عالم بالا سے نورانیت ملنا شروع ہو جاتی ہے (Substantive Rationality اور Formal Rationality عقلانیت کے اس پر انجام پاتی ہے لیکن یہ امکان بھی موجود ہے انسان اس مرحلے پر اعلی ترین عقلانیت الہیٰ کو حاصل سکے)۔[20]

اور عقل مستفاد[21] عقل کا چوتھا مرتبہ ہے جس پر عقل نے جو کچھ پہلے حاصل کیا تھا (معقولات بدیہی اور پیچیدہ) سب کے سب عالم واقعیت سے مطابقت رکھتے ہیں اور یہاں پر غلطی کا امکان نہیں رہتا، لہٰذا انسان کا نفس خود ایک علمی دنیا کی صورت ہے جو عالم واقعیت سے عین مطابقت رکھتا ہے۔ اس مرتبہ پر انسان کا نفس مجرد تام (Complete Metaphysical Entity) بن جاتا ہے اور وہ عقل فعال سے معقولات کو براہ راست

دریافت کرتا ہے۔[22] دوسری جگہ پر صدر الدین شیرازی کہتے ہیں: عقل مستفاد، در حقیقت عقل بالفعل ہی کا بلند ترین مرتبہ ہے جو تمام معقولات کو اپنے مبدا افعال سے اتصال کرکے مشاہدہ کرتا ہے۔[23]

دور حاضر کے معروف فلسفی، استاد جوادی آملی نے عقل کے چار مراتب، کائنات میں موجود ہستی کے مراتب کے مطابق بیان کیے ہیں۔پہلا مرحلہ عقل تجربی جس کا تعلق عالم مادہ ہے۔ عقل کا اس سے بالاتر مرتبہ (سیمی میٹا فزیکل ہے) عقل مثالی ہے چونکہ اس کا تعلق عالم مثل (The World of Ideas) سے ہے۔ عقل کا اس سے بالاتر مرتبہ مکمل میٹا فزیکل عقل ہے چونکہ یہ عقل عالم مجرد تک پہنچ چکی ہے اسی کو عقل فلسفی کا نام دیا گیا ہے۔اور اس کے بعد خالص عقل کا مرتبہ ہے جسے عقل عرفانی بھی کہتے ہیں (1۔عالم مادہ، 2۔عالم مثال، 3۔عالم عقل (مجرد))۔

پس ہر انسان اپنے عقل کے مرتبہ کے مطابق فعل کو انجام دیتا ہے اور عقل ہر مرتبہ ایک خاص عقلانیت سے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی عقلانیت ہیولانی، عقلانیت بالملکہ، عقلانیت بالفعل، عقلانیت مستفاد، استاد جوادی آملی کی مفاہیم سے ماخوذ؛ عقلانیت تجربی، عقلانیت مثالی، عقلانیت فلسفی اور عقلانیت ناب/عقلانیت عرفانی۔ یہ عقلانیت کے تمام مراتب ایک دوسرے کے طول میں ہیں گویا ایک ہی سیڑھی کے زینے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ان مراتب میں وحدت بھی ہے اور کثرت بھی لیکن ان کی کثرت، وحدت اور وحدت، کثرت (Singularity into Plurality and Plurality into Singularity) کی طرف لوٹتی ہے۔ ان مراتب میں عقلانیت کی وجہ سے وحدت ہے اور عقلانیت کی وجہ سے کثرت ہے۔

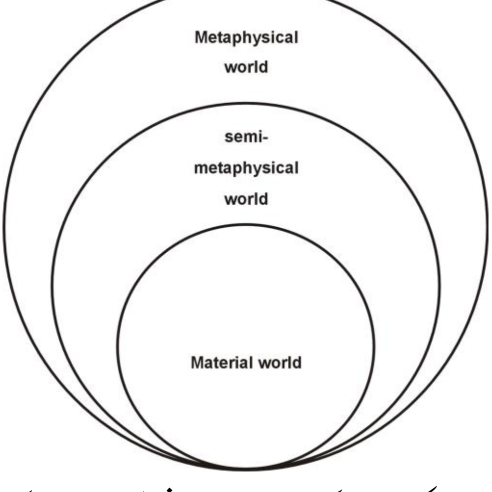

یعنی عقلانیت میں شدت اور ضعف، کی وجہ سے کثرت اور اختلاف نظر آتا ہے اور چونکہ عقلانیت کے تمام مراتب میں عقلانیت ہے پس یہاں وحدت نظر آئے گی۔ ایک اہم ترین نکتے کی طرف اشارہ کریں گے کہ اسی نظام فکر کے مطابق ہمارے زندگی اور علوم کے نظامات، کچھ اس طرح کے کلی مفاہیم (Universal Concepts) اور معقولات ہوتے ہیں: معقولات اولی (First Intelligible)، معقولات ثانی فلسفی (Secondary

Philosophical Intelligible)، اور معقولات ثانی منطقی (Secondary logical intelligible)، معقولات اعتباری (Respectival Intelligible) ضرورت، حسن و قبح، اختصاص، استخدام و اجتماع، یہ اعتبارات انسانی معاشرے کے وجود میں آنے سے پہلے کے ہیں اور انسانی معاشرے کے وجود میں آنے کے بعد کے اعتبارات مثل؛ کلام و گفتگو، ملکیت، ریاست، حکم، جزاو سزاو غیرہ۔

علوم انسانی میں انسان کے ارادی فعل کا میکانیزم اور عقلانیت

انسان کے اختیاری افعال کے مراحل (Mechanism) کیا ہیں؟ یہ بات جاننا انتہائی ضروری ہے کہ انسان کے تمام اختیاری اعمال اور افعال ایک خاص ضابطہ کے تحت انجام پاتے ہیں۔ ہر ایک انسان کا ایک تصور کائنات ہوتی ہے جو

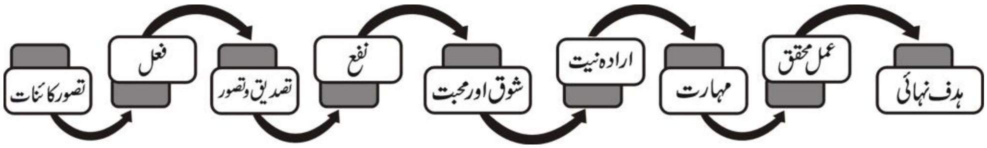

اس کے فعل کی اساس بنتا ہے۔ پس مبدا، معاد، انسان کی شناخت، ہدف زندگی، تصور کائنات کے بنیادین ترین ارکان ہیں۔ حضرت علی (علیہ السلام): "رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَأً عَلِمَ مِن أینَ وَفی أینَ وَ إلی أینَ۔"[24] ان کی معرفت جتنی گہری اور زیادہ ہو گی انسان کی عقلانیت فکری (Theorical Rationality) بھی اتنی کہ گہری ہو گی۔ پس پہلا مرحلہ انسان کے علم یعنی انسانی علم کے مراتب:

1. Comprehension	2. Interpretation	3.Extrapolation
4. Application	5. Analysis	

اور معرفت سے مربوط ہے یعنی جس قدر اس کی شناخت گہری اور عمیق ہو گی اور ہدف متعالی ہو گا تو اس قدر اس کا انگیزہ مضبوط ہو گا اور اسی قدر اس کے اندر شوق شدید[25] پیدا ہو گا۔ اور جس قدر وہ مہارت سے عمل کو انجام دے گا، اتنی ہے اس کی قدر و قیمت زیادہ ہو گی یعنی "قیمة کلّ امرءٍ ما یحسنه" ہر انسان کی قیمت، اس پر منحصر ہے کہ وہ ایک کام کو کتنا بہترین انداز میں انجام دیتا ہے۔[26] انسان کی جزئی امور کی شناخت اس کے تصور کائنات (World View: Empiricism, Religious, Intuitional, Rational .برہانی) سے مربوط ہے (تصور کائنات کے ارکان: مبدا معاد انسان اور زندگی کا ہدف اس تصور کائنات کی بہترین شناخت برہانی اور عقلی، جس پر زمان و مکان اثر انداز نہیں ہوتے اور شبہات اور مغالطوں کا شکار نہیں ہوتے۔ پس یہاں پر عقلانیت فلسفی اور برہان موجود ہو تو فعل بھی برہانی عقلانیت کی اساس پر انجام پائے گا)۔ اس تصور کائنات کی ایک فلسفی بنیاد علمیت اور اپسٹمہ ہے جس کی اساس پر وہ فعل کے قضایا کی تصدیق کرتا ہے اور ان قضایا کو صدق کے معیار پر

پر کھتا ہے۔ فعل کی تصدیق سے مراد، اس فعل کے اندر چھپی ہوئی مصلحت اور فائدے کو درک کرتا ہے۔
دوسرے مرحلے میں، اس فعل کے اندر موجود منافع اور فائدے کے مطابق، انسان کے اندر انگیزہ اور شوق پیدا ہوتا ہے تاکہ وہ اس فعل کو انجام دے۔ منافع جتنا زیادہ ہو گا اس کا انگیزہ بھی اتنی ہی شدید ہو گا۔ منافع جتنا زیادہ ہو گا، اس کا ارادہ بھی اتنا ہی قوی اور مضبوط ہو گا۔
تیسرے مرحلے میں یعنی یہاں تک کی علانیت (Theoretical Rationality) کہلائے گی، انسان میں اس فعل کو انجام دینے کی مہارت ہے، اگر اس میں مہارت کی کیفیت اچھی گی تو خود انسان کی قدر و قیمت بھی بڑھ جائے گی۔ اس مرحلے میں مہارت کی کیفیت بہت اہم ہے اور فعل کی کیفیت، مہارت کے ہنر پر منحصر ہے یعنی باب العلم (ع) کا فرمان: "قيمة كلّ امرءٍ ما يحسنه" ہر انسان کی قیمت، اس پر منحصر ہے کہ وہ ایک کام کو کتنا بہترین انداز میں انجام دیتا ہے۔[27]
چوتھے مرحلے میں، شناخت، ہدف، انگیزے، ارادے اور مہارت کے ہنر کی بنیاد پر انسان کا فعل، عملی صورت میں نظر آتا ہے یعنی یہ Practical Rationality کہلاتی ہے۔ یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ ہمیشہ انسان کے اختیاری افعال و اعمال کا ارادہ حکیمانہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا ارادہ، اس کی حیوانی اور نفسانی خواہشات[28] کے تابع بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مغربی اقتصاد میں ہم دیکھ رہے ہیں۔
مکس وائبر کے نظریہ سوشل ایکشن پر اس طرح سے نقد کی جا سکتی ہے کہ انسان کے تمام ارادی افعال میں ہدف حتماً ہوتا ہے اور عالی ترین ہدف، قرب الٰہی ہے۔ پس انسان کبھی اقدار کی پائمالی کرتے ہوئے اعلی انسانی اہداف کو حاصل نہ کر سکتا۔ کمال مطلق سے عشق، انسان کے وجود میں فطری ہےاور انسانوں سے (اقتصادی امور) ہمدردی، محبت، ایثار، رحم کمال مطلق کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ امور موجب بنتے ہیں کہ انسان کمال مطلق کی طرف حرکت کرے۔ پس حس جمالیاتی (عواطف وجذبات) کو ہمیشہ تسکین مل سکتی ہے۔ اپنے آبا و اجداد کی رسم ورواج کو اہمیت دیتے ہوئے اقتصادی فعل کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر عقلانیت مستفاد ان کی تائید کرے۔ پس عقلانیت مستفاد یا عقلانیت بالفعل کی نظر سے ان میں وحدت ہے نہ کہ اختلاف۔
مکس وائبر: عمل اور سوشل ایکشن کی چار اقسام:

1. Goal Rational: اپنے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے تگ و دو کرنا۔
2. Value Rational: جس میں کسی بھی ہدف کو حاصل کرتے ہوئے، اقدار کا لحاظ رکھا جائے۔
3. Affective Rational: وہ عمل جو جذباتی پن کو اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے۔
4. Traditional Rational: اپنے آبا و اجداد کے رسم و رواج کو اہمیت دیتے کو ہوئے انجام دینا۔

جوادی آملی: عقل (بالفعل) کا فکر اور انگیزے کی راہنما ہے۔ اس کا اصلی کام ان کے درمیان ہم آہنگی کرنا ہے۔ پہلے

مرحلے میں عقل نظری فکر سے وہم و خیال کو دور کرتی ہے لیکن کلی طور پر ان کو دور نہیں کرتی۔ فکر کی تطہیر کرنے کے بعد، ارادہ اور انگیزہ کو پاک اور مضبوط کیا جائے تاکہ علم، عمل کے مرحلہ تک ثمر آور ثابت ہو سکے۔ اس اہم ترین کام کے لیے عقل عملی شہوت اور غضب کو مہار کرتی ہے تاکہ نفس کی سواری کو اعتدال میں لا سکے۔[29] علم کے اکتساب سے، عقل نظری ہوتی ہے جب کہ عمل صالح کی تمرین سے عقل عملی مضبوط ہوتی ہے اور کمال تک پہنچتی ہے۔[30]

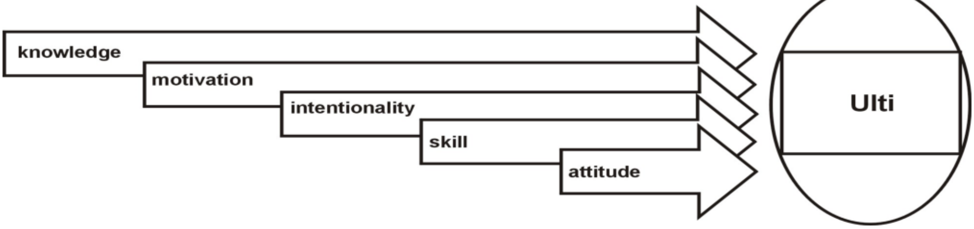

مندرجہ بالا جدول کو ملاحظہ کریں!

انسان کے اختیاری افعال، کے تمام مراحل ایک بار پھر غور سے دیکھتے ہیں، تصور کائنات، فعل کا تصور و تصدیق، اس فعل میں نفع اور اس نفع کے مطابق فعل کو انجام دینا شوق اور محبت، اور اسی اشتیاق کے درجے کے مطابق ارادہ و نیت۔ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خاص مہارت کا ہونا مہارت اور یوں عمل، معرض وجود میں آتا ہے اور آخر کار انسان ہدف نہائی کو حاصل کر لیتا ہے۔

مندرجہ بالا جدول کو ذکر کا مقصد یہ ہے انسان ایک بنیادی معرفت کی بنیاد پر عمل انجام دیتا ہے جو تصور کائنات سے شروع ہو کر علم منطق، علیت اور علم اقتصاد کے دائرہ میں داخل ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، تصور کائنات سے لے کر منفعت کے تصور تصدیق تک علم ہماری مدد کرتا ہے۔ اس کے بعد،(Knowledge) علم نفسیات کا موضوع، شروع ہوتا ہے یعنی اس منافع کی وجہ سے انسان کے اندر ایک خاص انگیزہ(Motivation) اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ انگیزہ اور شوق ہمیشہ، متوقع منافع کے درجے مطابق ہوتا ہے۔ یہ انگیزہ اور شوق، فعل کو انجام کے لیے ارادہ اور التفات (Intentionality) تولید کرتا ہے جو علم نفسیات اور فلسفہ معاصر کی اہم ترین ابحاث میں شمار کیا جاتا ہے۔ ارادہ کی قدرت اور طاقت، انگیزہ اور شوق اور ہدف نہائی کی قدر و قیمت کے مطابق ہو گی۔ اور فعل کو انجام دینے کے لیے خاص مہارت کا ہونا ضروری ہے، چونکہ زندگی کے تمام امور انجام پانے کے لیے ایک خاص قسم کی مہارت طلب کرتے ہیں۔ یہ مہارت (Skill) فعل کے حسن اور قدر کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ بالآخر فعل انجام پا جاتا ہے(Attitude) اور ہدف نہائی حاصل ہو جاتا ہے، اس شرط کے ساتھ کے تمام مراحل میں روکاوٹیں اور موانع نہ ہوں۔

انسانی علوم میں عقلانیت پروری کے مراحل

انسان اپنی زندگی میں ہر روز مختلف قسم کے کاموں مثلاً؛ اقتصادی، تعلیمی، اخلاقی، دینی، شخصی (کھانا، پینا، پہننا) کو انجام دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن ان سب کو، زمان، مکان، اختیار اور انتخاب کی محدودیت کی وجہ سے سب امور کو انجام نہیں دے سکتا۔ انسان کی جسمانی، علمی، عملی اور فکری توانائی بڑھنے کے ساتھ ساتھ، اس کے اجتماعی روابط بھی بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے روابط کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے لیکن انتخاب دشوار تر ہوتا چلا جاتا ہے جبکہ اس کے انتخاب کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ کسی فعل کو انتخاب کرنے کے عوامل مختلف ہو سکتے ہیں: غرائز، خواہشات، احساس ناامنی، عادت، تقلید، تلقین، اور دوسرے اجتماعی روابط۔ یہاں ہائیڈ گر کہتا ہے کہ، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی مرضی سے فعل کو انتخاب کر رہے ہوتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم فعل کو انتخاب نہیں کرتے بلکہ فعل ہمیں انتخاب کرتا ہے۔

انسانی فعل میں اہم ترین عقلانی عامل، 'آگاہی کامل' (Compete and Perfect Information is one of the Essential Elements of Action.) ہے جس کے نتیجے میں انسان کمال مطلق کے قریب ہوتا ہے اور یہی انسان کی سعادت ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ فعل کا محرک (Motive) اور ارادہ، فعل کی کیفیت اور قدر و قیمت (Quality and Value) کو تعین کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان کی قدر و منزلت معین ہوتی ہے۔ پس معرفت، انگیزہ (محرک) اور ارادہ، انسانی شخصیت کا وہ حصہ ہے جو نظر نہیں آتا ہے گویا سمندر میں ایک برفانی تودہ ہے جو پانی کے نیچے ہے۔ انسانی برتری اور اشرف ہونے کا راز یہی تو ہے۔ اگر معرفت کامل ہو گی، انگیزہ اور ارادہ، (محرک) الٰہی ہو، اور فعل کو انجام دینے کی مہارت اعلیٰ ہو تب جا کر اس فعل پر ناب اور مستفاد عقلانیت حاکم ہو گی (Mode action (quality and quantity) Decides the price of every person.)۔

بات یہاں پر ایک اور جہت پر توجہ کریں کرنے کی ضرورت ہے۔ جب انسان کے فعل کا دائرہ کار، دوسرے افراد کی حددو میں داخل ہوتا ہے تو یہاں پر فلسفہ حقوق اور فلسفہ اخلاق کی بحث ہو گی۔ آپ ایک حقوقی فعل یعنی جو کسی کے حق سے متعلق ہو اور جس کے لیے عدالت سے رجوع بھی کیا جا سکتا ہے، اخلاقی فعل کے ارادہ سے انجام سکتے ہیں۔ الٰہی اقتصاد میں حقوقی اور اخلاقی کو فعل کو انجام دینے کے لیے ہے ضروری شرط، قربت الٰہی ہے، جس کے بغیر اخلاقی فعل انجام نہیں پا سکتا۔ یہاں پر پہنچ کر ہمیں ایک اور افق کی طرف دیکھنا ہو گا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سعادت اور کمال مطلق کی طرف سفر تمام افراد کا حق ہے اور یہ سفر قانون اور آئین کی حاکمیت کے بغیر ممکن نہیں ہے، جب آپ ایک اقتصادی اجتماعی فعل کو انجام دے رہتے ہیں تو حقوق اور اخلاق کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہیں لیکن کافی نہیں کیونکہ یہاں پر ایک قوہ مجریہ

(Philosophy of Politics) کا ہونا ضروری ہے جو حقوق کی پائمالی کو روک سکے اور فردی اور اجتماعی ترقی اور تکامل ممکن ہو سکے۔

یہ تمام علوم یعنی فلسفہ اخلاق، فلسفہ حقوق، فلسفہ سیاست سب انسان کی شناخت سے مربوط ہیں اگر انسان کی حقیقی شناخت حاصل نہ ہو سکی تو پورا کا پورا نظام بے فائدہ ہو جائے گا بلکہ اس کے مضر اثرات ظاہر ہونے شروع ہو جائیں گے اور انسان اور معاشرہ، کمال اور سعادت کی بجائے تنزلی اور بدبختی کا شکار ہو جائے گا۔

انسان کا وجود ذاتی اور ازلی نہیں ہے، لہٰذا یہ خود معلول ہے اور اس کا ذات واجب الوجود سے تعلق ربطی ہے یعنی وہ عین ربط اور فقر محض ہے۔ اگر اس کے مقام اور حیثت کو تبدیل کریں گے تو حقیقی ہدف حاصل نہیں ہو سکے گا۔ پس یہاں پر ہستی شناسی (Ontology) Absolute existence and Possible (being, Man) کی دقیق بحث سمجھنا ہو گی۔ اس علمی بحث کا آخری نکتہ یہ ہے کہ ان علوم کی مختلف آرا اور عقائد کو کیسے پرکھیں گے، ان علمی قضایا کے صدق اور کذب کا معیار کیا ہو گا اور واقعیت اور حقیقت کے لیے کیا معیار ہو گا؟ یہ بحث علمیت اور اپسٹمہ ہے۔ یہاں اگر معرفت شناسی پر عقلانیت کا اعلیٰ مرتبہ حاکم نہ ہو گا تو مطلوبہ نتائج سامنے نہیں آسکیں گے۔ اس تمام فکری مراحل کو سمجھنے کے لیے ذیل میں دیئے گئے جدول کو ملاحظہ فرمائیں!

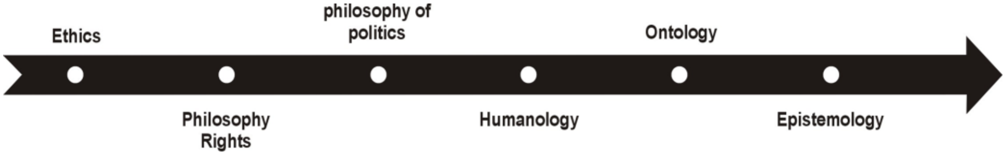

اس کے برعکس، اگر ہم تعلیم و تعلم کے مراحل کو طے کرنا چاہیے گے تو سب سے پہلا مرحلہ علمیت کا ہو گا اور آخری مرحلہ فلسفہ اخلاق کا(Scientific and logic Process of Studying the Philosophical (and Social sciences۔

یہ فکری اور تعلیمی سفر ترقی اور کمال، تقرب و کمال کا سفر ہے۔ اس رستے پر علمی سفر تمام انسان کے ممکن ہے۔ لہٰذا ہم انسان کی شناخت اور تعریف کی تشکیل نو کریں گے تاکہ الٰہی اقتصاد میں عقلانیت کے نظریہ کو بہتر انداز میں بیان کیا جا سکے۔

انسانی-سماجی علوم اور مستفاد عقلانیت

کیا عقلانیت مستفاذ، علوم انسانی اور علوم اجتماعی میں فعل کا معیار بن سکتی ہے؟ جی ہاں، الٰہی معاشروں مختلف افعال انجام دیتے کا معیار یہی عقلانیت مستفاذ ہے کیونکہ انسان کامل عقل مستفاذ کے ذریعے عقل فعال سے مربوط ہو

جاتا ہے، عالم طبیعت اور ماورائے طبیعت کے تمام ممکنات اس کی قلمرو میں شامل ہیں اور وہ چیزوں کی حقیقت کو اس طرح سے جانتا ہے کہ جیسا کہ وہ جہان میں موجود ہوتی ہیں۔ انسان کامل کی معرفت کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے اور عالم امکان کی معرفت سے آگاہ ہو جاتا ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہوتی ہے۔ تمام معلومات بالفعل صورت میں اس کے نزدیک حاضر ہوتی ہیں۔ انسان تمام علوم کو عقل مستفاد میں موجود دیکھتا ہے کیونکہ وہ تمام جہان اس کی دسترس میں ہیں۔ انسان لحظہ بہ لحظہ معرفت حاصل کر رہا ہوتا ہے چونکہ اس مرتبہ پر کوئی مانع موجود ہی نہیں ہوتا۔[31]

عقل کے اس مرتبے کے بھی مراتب ہیں اور عقل مستفاد کا آخری مرحلہ عقل قدسی ہے۔ یہ عقلانیت الٰہی نمایندوں سے مختص ہے۔[32] یہ وہ عقلانیت[33] ہے جو انسان کو براہ راست، اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور یہ "عبد بہ الرحمٰن" ہے۔ اس عقل کا آخری ثمر خداشناسی اور عبودیت ہے نہ نفس کی پرستش۔ لہٰذا اجتماعی اور معاشرتی، اور شخصی اور فردی افعال اور امور کا میزان عقل مستفاد اور عقل ناب ہوگی جو شک، گمان اور وہم کے چنگل سے آزاد ہے اور انسان کو ترقی اور کمال کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

سوال: یہ تو الٰہی نمایندوں یا انسان کامل کی عقل ہوتی ہے لہٰذا وہ خطا سے محفوظ ہوتے ہیں، ہم اس دنیا میں علوم انسانی اور اجتماعی کے معاملات کے لیے ایک عقلانیت کو میزان بنانا چاہتے ہیں جو سب لوگوں کی دسترس میں ہو، ایسے میں ہمیں کیا کرنا ہوگا کہ ہم عقل مستفاذ سے استفادہ کر سکیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہی انسانوں کے لیے زندگی بسر کرنے کا بہترین عملی نمونہ ہوتے ہیں۔[34] یہ بات درست ہے کہ تمام انسانوں کی عقل مستفاد کے مرحلے تک نہیں پہنچ سکتی لیکن جو مستفاد پر پہنچا ہوا ہے اس کو عقلانیت بالفعل کے ذریعے پرکھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ اپنے مدعا میں سچا ہوا تو اس کی بات پر عمل کرنا عقلانیت ہی کہلائے گا۔ یہی الٰہی سنت اور عقل اصول ہے۔ پس عقل مستفاد لحظہ بہ لحظہ علم کو حاصل کرتی ہے اور جو انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے اس کو عوامی سطح پر تنزل کرتی ہے۔ اور اسی طرح وہ عقول کی تربیت اور شکوفائی بھی کرتی ہے تاکہ وہ بھی عقل کے حداکثر مرتبہ پر فائز ہوسکیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ علوم کی فلسفی بنیادوں میں عقلانیت ایجاد کی جائے تو فلسفہ کی نظر میں اعلیٰ ترین عقل، عقل مستفاد ہے جو عقل فعال کے ساتھ دائماً رابطے میں ہے اور مسلسل فیض یاب ہو رہی تاکہ انسانی اجتماع اور معاشرتے کو ترقی اور کمال کی طرف راہنمائی کرسکے۔

مندرجہ ذیل میں دیے گئے گراف کو ملاحظہ فرمائیں!

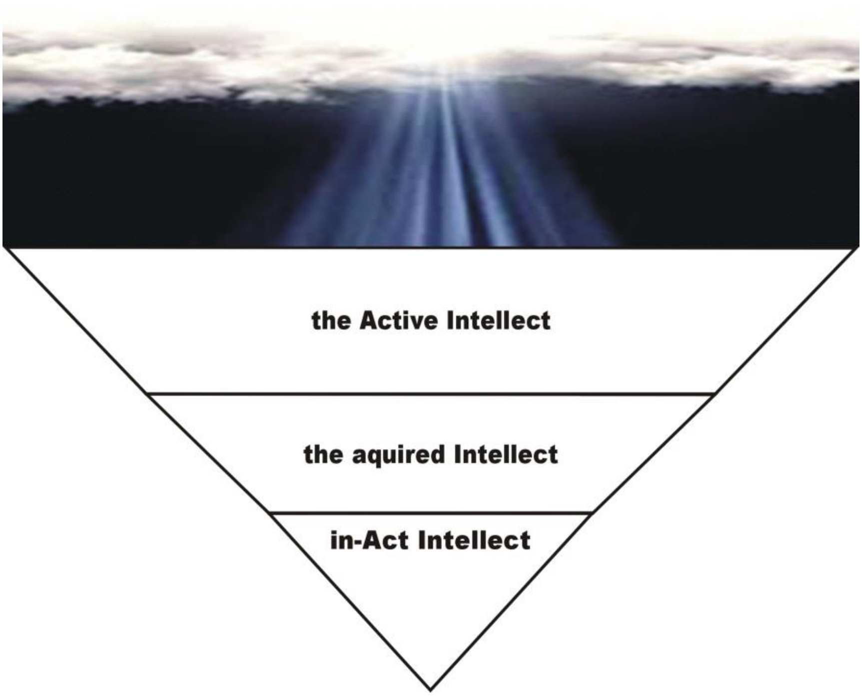

مستفاد عقلانیت کے ذریعے حبّ ذات کے مسلے کا حل

جیسا کہ اس مقالے کے آغاز میں بیان ہو چکا کہ ہر انسان فطری طور پر سعادت، کمال اور منافع زیادہ سے زیادہ صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ تن و تنہا بہت سارے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا ، لہٰذا معاشرے اور اجتماع کا انتخاب اس لیے ناگزیر ہوتا ہے۔ ترقی اور کمال کو سب چاہتے ہیں لیکن ان کا حصول بہت مشکل ہے کیوں کہ ہر انسان زیادہ سے زیادہ منافع چاہتا ہے اور انسانوں کے ارادوں اور افعال میں تنزاحم اور ٹکراو پیدا ہوتا ہے۔ انسانوں کے نزدیک کمال کا مصداق مختلف ہوتا ہے ، لہٰذا یہاں بھی ارادوں میں تنزاحم اور ٹکراو پیدا ہوتا ہے۔ انسان اپنے محدود علم کی بنیاد پر کمال، خیر اور سعادت کے حقیقی مصداق کی شناسائی کرنے سے قاصر ہے۔[35]

یہی مشکلات انسان کے درمیان جنگ و جدال کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے وہ نہ فقط خود سعادت اور کمال سے محروم رہتا ہے بلکہ دوسروں کو ان سے محروم کر دیتا ہے۔ اسی صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟ اس اہم ترین اور پیچیدہ ترین علمی مسلے کا ایک رخ یہ ہے کہ ہر انسان کے وجود میں حب ذات فطری ہے اور ہر انسان اپنے ذات اور اس مربوط اشیا اور افعال کو چاہتا ہے اور یہ چاہت کبھی بھی اس میں ختم نہیں کی جا سکتی۔ پھر راہ حل کیا ہونا چاہیے؟ یہاں ہمارے سامنے دو راستے ہیں: ایک یہ ہے انسان کے وجود سے حب ذات کو ختم کر دیا جائے اور دوسرا رستہ ہے کہ انسان آزاد چھوڑ دیا جائے جو اس کے دل میں آئے وہ انجام دے۔ اول الذکر ممکن نہیں ہے

چونکہ حب ذات، انسان کی فطرت میں موجود ہے اور اسے ختم کرنا فطرت سے انحراف ہوگا جسکے بہت سارے برے ناگزیر نتائج ہوں گے، جیسا کہ بعض مکاتب نے ابتدا میں یہی کام کیا لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا(Primary Communism)۔ موخر الذکر، کے نتائج پورے دنیا میں ہمارے سامنے ہے۔ دنیا میں اکثر بحرانوں اور مسائل کے پیچھے یہی چند انسانوں کی حب نفس ہے۔ ہر ایک کو آزاد چھوڑ دیا جائے اور وہ وسائل، ٹیکنالوجی اور طاقت کے استعمال سے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کرئے (Capitalism and Liberalism)۔

راہ حل: مستفاد عقلانیت کا جس کے ذریعے سے حب ذات اور مالی کشمکش میں اعتدال لایا جا سکتا ہے۔ علمی محدودیت کی کمی کو عقلانیت مستفاد کے ذریعے پورا کیا جا سکتا اور عقلانیت مستفاد کے ذریعے، حقیقی خیر اور کمال کے مصداق کی پہچان کی جا سکتی ہے۔ مستفاد عقلانیت کی مدد سے انسان کو کمال مطلق کی طرف حرکت دی جا سکتی ہے۔[36] مندرجہ بالا علمی اور فکری مشکلات کا حل ذیل میں عصر حاضر کے معروف مفکر[37] نے دیا ہے۔ دراصل یہ وہی الٰہی راہ حل ہے جس سے انسان مطمئن ہو سکتا ہے۔ پہلے مرحلے میں انسان کو چاہیے کہ وہ منافع کے مفہوم کو وسعت دے۔ انسان جو کچھ دوسروں کو معاشرے میں مالی فائدہ دیتا ہے دراصل وہ اسی ہی کا منافع ہے، جو کسی نہ کسی صورت میں اسی طرف لوٹ کر اس کی طرف آتا ہے۔ (دنیا یعنی دنیا میں عزت، خاندان کی شہرت اور نیک نامی، اس کی اولاد کا احترام اور آخرت میں اسی کی بخشش)۔

یہ وہ عقلانیت مستفاد ہے جو انسان کو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہ مفہوم اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ دراصل جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اس کا منافع دنیا اور آخرت میں بھی تمہیں ہی ملے گا۔ جب آپ لوگوں پر مال خرچ کرتے ہو تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ لوگ خرچ کرنے والے کی عزت، ناموس، مال و جان کے محافظ بن جاتے ہیں اور اس کا اثر بہت دیر پا رہتا ہے، حتی آنے والی نسلوں تک۔ پس اگر الٰہی اقتصاد کی تمام سرگرمیاں، تولید، مصرف، تقسیم، خرید و فروش، اقتصادی ترقی پر عقلانیت مستفاد حاکم ہو گی تو اس سے انسان کے وجود میں وسعت آئے گی اور کمال مطلق کے قریب ہو گا یوں انفرادی اور اجتماعی ترقی اور کمال کا حصول ممکن ہو گا۔ یہاں پر انسان یک عملی نمونے کے محتاج ہے جس کی عقلانیت کو معیار بنا کر ترقی اور کمال کو حاصل کر سکے۔

نتائج عصر حاضر کے شہر آفاق مفکر باقر صدر کا نظریہ استخلاف، عقلانیت مستفاد کی بہترین مصداق ہے۔ استخلاف سے مراد یہ ہے کہ مقام خلافت الٰہی "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" (30:2) کے منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ جی ہاں، وہ بالقوہ خلیفہ الٰہی ہے، کیونکہ فقط اسی میں لیاقت، صلاحیت اور قابلیت ہے وہ بالفعل خلافت الٰہی کے منصب پر فائز ہو سکے۔ اب وہ اپنے تمام معاشرتی اور اجتماعی معاملات کو بعنوان نمائندہ الٰہی دے۔ دوسرے لفظوں میں دوسروں سے اس طرح معاشرتی اور اجتماعی معاملات کرئے جو ایک خلیفہ الٰہی کے منصب شان شایان ہے۔[38]

1) عقلانیت الہیاتی، وہی عقلانیت مستفاد ہے جس کی بدولت انسان، بہترین انداز میں معاشرتی اور اجتماعی تعامل کے ذریعے سے ترقی اور کمال کی منازل طے کر سکتا ہے۔

2) عقلانیت الہیاتی کی بدون انسان اپنے کسی علمی کی مشکل کو حل کر سکتا ہے۔

3) عقلانیت الہیاتی کا بہترین مصداق، مثل اعلیٰ ہے جو بعنوان بہترین نمونہ عملی انسان کی مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔

4) عقلانیت الہیاتی کی بدولت انسان اپنے وجودی تنزاحم کو کم سے کم کر سکتا ہے اور دوسرے کے لیے ترقی اور کمال کا رستہ ہموار کر سکتا ہے۔

5) عقلانیت الہیاتی انسان کی مدد کرتی ہے کہ جنگ و جدال اور کشت کشتار کے مسائل کو گفت و شنید سے حل کیا جائے اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جائے۔

6) عقلانیت الہیاتی منافع کے مفہوم کو وسعت دیتی ہے اور غیر مادی منافع کو تسلیم کرتی ہے۔

7) بنا برایں، علوم انسانی اور علوم اجتماعی کی بنیاد، عقلانیت الہیاتی پر رکھنی چاہیے تاکہ انسان اجتماعی طور پر ایک بہترین معاشرے تشکیل نو کر سکے اور فردی اور اجتماعی اور ترقی کے طرف گامزن ہو سکے۔

*****

References

1. Murtaza, Motahari, *Filsafah Akhalaq*, (Tehran, Sadara, 2002), 70-71.

مرتضی، مطہری، *فلسفہ اخلاق*، (تہران، صدرا، 2002)، 70-71۔

2. Ibn Cina, *Al-Nafs min Kitab al-Shifa*, (Qum, Mohwsah Bustan Kitab, 1385 SH), 21; Naseer al-Deen, Tusi, *Sharh al-Isharat wal-Tanbihat*, Vol. 2, (Qum, Matbohaat Deeni, 1383 SH), 347.

ابن سینا، *النفس من کتاب الشفاء*، (قم، موسسہ بوستان کتاب، 1385)، 21؛ نصیر الدین، طوسی، *شرح الاشارات والتنبیہات*، ج2، (قم، مطبوعات دینی، 1383)، 347۔

3. Kausar Ali, Rawish Ahmozesh Philosopha Islami ba kodakan (Mabtani br Philosopha Islami), Theory IP4C: Islamic Philosophy for Children MPhil Research Work MIU Qom, (2017), 26.

کوثر علی، روش آموزش فلسفہ اسلامی بہ کودکان (مبتنی بر فلسفہ اسلامی)،نظریہ IP4C: *Islamic philosophy for children*ایم فل ریسرچ ورک *MIU* قم، (2017)،26۔

4. Kausar Ali, *Essence and Status of Social Realities from John Searle's and Baqir Sadr's point of view*,(Tehran, University of Tehran, 2024), 126.
5. Neuhouser, Frederick (2008). *Rousseau's Theodicy of Self-Love: Evil, Rationality, and the Drive for Recognition* (Oxford, University Press., 2008), 50,
6. Kausar Ali, Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran, Quarterly Research Journal, Vol. 15, Issue 3, (2024): 68.

کوثر علی، عقلانیت کے معنی اور مقام کی فہم مجدد، مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں، سہ ماہی تحقیقی مجلہ نور معرفت، جلد15، شمارہ3، مسلسل شمارہ65،(2024): 68۔

7. merriam-webster.com/dictionary/rationality.
8. Kausar Ali, *Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran*, Quarterly Research Journal, 79.

کوثر علی،عقلانیت کے معنی اور مقام کی فہم مجدد،مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں،نور معرفت،79۔

9. Kausar Ali, *Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran*, Quarterly Research Journal, 85.

کوثر علی، عقلانیت کے معنی اور مقام کی فہم مجدد،مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں،نور معرفت،85۔

10. Kausar Ali, *Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran*, Quarterly Research Journal, Serial Issue 65, 70.

کوثر علی،عقلانیت کے معنی اور مقام کی فہم مجدد،مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں،نور معرفت، مسلسل شمارہ65، 70۔

11. Mahmood, Rajabi, *Insaan Shanasi*, (Qom, Mawsoosah Imam Khomeini, 1390 SH), 126.

محمود، رجبی،انسان شناسی،(قم،موسسہ امام خمینیؒ،1390)،126۔

12. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Ma'arif Qur'an (Khudah Shanasi)*, Chaap: III, (Qom, Mawsoosah Imam Khomeini, 1380 SH), 26.

محمد تقی، مصباح یزدی،معارف قرآن(خداشناسی)، چاپ سوم،(قم،موسسہ امام خمینی،1380ش)،26۔

13. Murtaza, Motahari, *Fitrat*, Chaap XIV, (Tehran, Sadra, 1382 SH), 74.

مرتضی، مطہری،فطرت، چاپ چھاردھم،(تہران، صدرا،1382ش)،74۔

14. Misbah Yazdi, *Ma'arif Qur'an (Khudah Shanasi)*, 26.

مصباح یزدی، معارف قرآن (خدا شناسی)، 26۔

15. Ibid, (Presentational Knowledge), 365.

ایضاً، (Presentational Knowledge)، 365۔

16. Ibn Sina, *Al-Najat*, Ba Koshish Muhammad Taqi Danish Pasoha, (Tehran, Danashga Mowsat Antasharhat, 1364 SH), 165; Ibn Sina, *Al-Shifa (Tibiyaat al-Nafas)*, (Cairo, Marhi Najafi, 1970/1404 AH), 39-40.

ابن سینا، النجاۃ، بہ کوشش محمد تقی دانش پژوہ، (تہران، دانشگاہ مؤسسہ انتشارات، 1364ش)، 39-165؛ ابن سینا، الشفاء (طبیعیات النفس)، (قاہرہ، مرعشی نجفی، 1404 / 1970)، 39-40۔

17. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Badaya al-Hakamat*, (Qom, Mawsoosah al-Nashar al-Islami, 1416 AH), 294.

محمد حسین، طباطبائی، بدایہ الحکمۃ، (قم، موسسہ النشر الاسلامی، 1416ق)، 294۔

18. Sadar Aldeen, Shairazi, *Tarjamah Shwahid al-Rabubiya*, (Tehran, Ayaat Asharaq, 2014), 305.

صدرالدین، شیرازی، ترجمہ شواہد الربوبیہ، (تہران، آیت اشراق، 2014)، 305۔

19. Tabatabai, *Badaya al-Hakamat*, 294.

طباطبائی، بدایہ الحکمۃ، 294۔

20. Shairazi, *Tarjamah Shwahid al-Rabubiya*, 307.

شیرازی، ترجمہ شواہد الربوبیہ، 307۔

21. Tabatabai, *Badaya al-Hakamat*, 294.

طباطبائی، بدایہ الحکمۃ، 294۔

22. Sadar al-Deen, Shirazi, *Al-Hikmah al-Mu'taaliyyah fi al-Isfar al-Uqliyyah al-Arba'ah*, Vol. 9, (Beirut, Darahiya, 1981), 14.

صدرالدین، شیرازی، الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار العقلیہ الاربعہ، ج9، (بیروت، داراحیاء، 1981)، 14۔

23. Shairazi, *Tarjamah Shwahid al-Rabubiya*, 308.

شیرازی، ترجمہ شواہد الربوبیہ، 308۔

24. Faiz Kashani, Muhammad Mohsin bn Shah Murtaza, *Al-Juz al-Awal Kitab al-Aql wa ilm wa al-Tawheed, Al-Wafi*, Vol. 1,, (Isfahan, Kitab Kahna Imam Amir al-Momineen Ali (a.s), 1406 AH), 116.

فیض کاشانی، محمد محسن بن شاہ مرتضی، الجزء الاول کتاب العقل والعلم والتوحید، الوافی، ج1، (اصفہان، کتابخانہ امام إمیر المؤمنین علی علیہ السلام، 1406ق)، 116۔

25. Muhammad Baqir, Shaheed Sadar, *Halqa Al-Saania al-Haydri, Syed Kamal*, (Qum, Dar Faraqd, 1428 AH), 36.

محمد باقر، شہید صدر، الحلقہ الثانیہ الحیدری، السید کمال، (قم، دار فراقد، 1428 ق)، 36۔

26. Allama, Mufti Jafar Hussain, *Mutrajam Nahjul Balagha*, (Lahore, Meraj Company Urdu Bazaar, 2013), Hikmat 81, 832.

علامہ، مفتی جعفر حسین، مترجم نہج البلاغہ، (لاہور، معراج کمپنی اردو بازار، 2013)، حکمت 81، 832۔

27. Ibid.

ایضاً۔

28. Hume David, A Treatise of Human Nature , Reprinted from the Original Edition in three Volumes and edited, with an analytical index, by L.A. SelbyBigge, M.A. (Oxford: Clarendon Press, 1896), 256 (عقل غرائز کی خادم ہے)

29. Abdullah, Jawadi Amli, *Shkoofai Aql Dar Partu Nahzat Hussaini*, (Qom, Isra, 1381 SH), 120.

عبداللہ، جوادی آملی، شکوفایی عقل در پرتو نہضت حسینی، (قم، اسراء، 1381ش)، 120۔

30. Ibid.

ایضاً۔

31. Syed Muhammad Hussain Tabatabai, *Nihayyah al-Hikmah*, Part 11, Chaap 6, (Qom, Masoud al-Nashr al-Islami, 1416 AH), 250.

سید محمد حسین طباطبایی، نہایہ الحکمہ، مرحلہ 11، فصل 6، (قم، موسسہ النشر الاسلامی، 1416ق)، 250۔

32. Jarrar Jahami, *Musa'a Musa'talathat al-Filasfah Endal-Arab*, 485.

جیرار جہامی، موسوعہ مصطلاحات الفلسفہ عند العرب، 485۔

33. Abdullah, Javadi Amli, *Manzilat Aql Dar Hindsa Marafat Dini*, *Aqlanit Nab*, (Qom, Markaz Nashar Israa, 1398 SH), 45.

عبداللہ، جوادی آملی، منزلت عقل در ہندسہ معرفت دینی، عقلانیت ناب، (قم، مرکز نشر اسراء، 1398)، 45۔

34. Martyr Sadr introduces a new theory of "the Ideal" and all the basic elements of the society and social relations are measured on the Ideal and it is the Ideal that organizes the social relations (Kausar Ali 2024, Essence and Status of Social Realities from John Searle's and Baqir Sadr's point of View, Pp.106-107, University of Tehran

35. Syed Sadar, Muhammad Baqir, *Madrasa al-Qur'an*, (*Al-Musawaa al-Shaheed al-Sadr)*, Vol. 1, (Qom, Markaz al-Hadith wa al-Darsaat al-Tekhsiat Lil Shaheed al-Sadar, 1424 AH), 272.

سید صدر، محمد باقر، المدرسۃ القرآنیۃ، (موسوعۃ الشہید الصدر)، ج 1، (قم، مرکز الأبحاث والدراسات التخصّصیّۃ للشہید الصدر، ۱۴۲۴ق)، 272۔

36. Kausar Ali, *Essence and Status of Social Realities from John Searle's and Baqir Sadr's point of view*, (PhD Thesis), University of Tehran, (2024), 126.

37. Muhammad Baqir, Madrasa al-Qur'an, (Al-Musawaa al-Shaheed al-Sadr), Vol. 19, 71-74.

محمد باقر،المدرسۃ القرآنیۃ،(موسوعۃ الشہید الصدر)، ج19، 71-74۔

38. Ibid, 353-354.

ایضاً، 353-354۔